نکاح کے معاملہ میں ہمیشہ دین مد نظر رکھیں

(فرمودہ ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

۲۱۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے میاں عبدالسلام صاحب خلف حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا نکاح جناب چوہدری ابوالہاشم صاحب ایم۔ اے انسپکٹر سکولز بنگال کی لڑکی محمودہ سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ [۱]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

نکاح اور شادی کے معاملات ہمیشہ ہوتے ہی رہتے ہیں اور اگر نکاح شادیاں نہ ہوتیں تو دنیا کی یہ حالت بھی نہ ہوتی مگر پھر بھی ہر انسان کی خوشی اور راحت کا اثر جدا ہوتا ہے۔ ایک شادی ایک انسان کے دل میں اور احساس پیدا کرتی ہے دوسرے کے دل میں اور۔ ایک ڈاکو جس نے ملک میں فتنہ و فساد مچایا ہوتا ہے اور ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہوتا ہے وہ مرتا ہے تو لوگ خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اچھا ہوا مرگیا۔ لیکن اس کے گھر کے لوگوں کی نظر میں وہ ایک ڈاکو کی حیثیت میں نہیں ہوتا بلکہ ان کے لئے چونکہ وہ ذریعہ معاش ہوتا ہے اور اس سے ان کے بہت سے تعلقات اور آرام وابستہ ہوتے ہیں اس لئے وہ اس کے مرنے پر غم میں مبتلاء ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص جو کسی جماعت کے لئے بطور عمود کے ہوتا ہے اور اس کی ذات پر جماعت کی ترقی اور تنزل کا انحصار ہوتا ہے اس کی موت پر اس جماعت میں ماتم ہوتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو اس جماعت سے تعلق نہیں رکھتے ان کے لئے اس کی موت کچھ بھی اہمیت اور اثر نہیں رکھتی۔ یہی شادی کا حال ہوتا ہے جن کے ہاں شادی ہوتی ہے وہ تیاریاں

کرتے خوشیاں مناتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ شادی کی تیاری میں بہت لوگ اپنا گھر لٹا دیتے ہیں- اگر پاس کچھ نہ ہو تو روپیہ قرض لے کر خرچ کرتے ہیں- مگر اوروں کو اس کا کچھ بھی علم نہیں ہوتا اور اس خوشی سے ان کے دل پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا ہاں اگر باجا بج رہا ہو تو ان کو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے یہاں شادی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں-

غرض یہ احساسات کا عجیب سلسلہ ہے- اس پر غور کرنے سے عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے- ایک بات ایک کے لئے خوشی کی گھڑی اور راحت کی واحد ساعت ہوتی ہے مگر دوسرے کے لئے ماتم کا اثر رکھتی ہے- اور بہت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو نہ کسی کی خوشی میں حصہ ہوتا ہے نہ غم میں- یہ مضمون مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک فقرے میں سکھایا تھا- حضرت مسیح موعودؑ باقاعدہ اخبار پڑھا کرتے تھے- ایک دن ۱۹۰۷ء میں اخبار پڑھتے ہوئے مجھے آواز دی "محمود" یہ آواز اس طرح دی کہ جیسے کوئی جلدی کا کام ہوتا ہے- جب میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے خبر سنائی- ایک شخص (جس کا مجھ کو اس وقت نام یاد نہیں) مرگیا ہے- اس پر میری ہنسی نکل گئی اور میں نے کہا مجھے اس سے کیا- حضرت صاحب نے فرمایا اس کے گھر میں تو ماتم پڑا ہوگا اور تم کہتے ہو مجھے کیا؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ تعلق نہ ہو اس کے رنج کا اثر نہیں ہوتا-

وہ کوئی بڑا ہی آدمی ہوگا کہ اس کا ذکر اخبار میں کیا گیا یا کم از کم اس کا اخبار والے کے ساتھ کوئی تعلق ہوگا تب ہی اس کا ذکر اخبار میں کیا گیا- کچھ بھی ہو مگر اس کی موت کا اس کے بیوی بچے اور متعلقین پر اثر ضرور ہوگا اور وہ اس کی موت سے غمگین ہوں گے لیکن دوسروں کے لئے اس کا کچھ بھی اثر نہیں تھا- اسی طرح انسان غیر کی خوشی کا بھی احساس نہیں کر سکتا- پس خوشی اور غم کے احساس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ تعلق ہو- اس لئے شریعت نے روزے میں یہ سبق رکھا ہے کہ انسان خود بھوک برداشت کرے تا اس کو دوسرے کی بھوک کا بھی احساس ہو سکے-

آج جس نکاح کے اعلان کے لئے کھڑا ہوا ہوں- یہ تمہید اسی کے متعلق ہے کہ جیسے احساسات ہوں اسی کے مطابق اثر ہوتا ہے- آج میں میاں عبدالسلام جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے بیٹے ہیں کے نکاح کے اعلان کے لئے کھڑا ہوا ہوں- وہ اپنی آئندہ عمر میں کیا کام کریں گے اور ان کو دین کی خدمت کے کیا کیا مواقع ملیں گے ہم نہیں جانتے- ہاں ہم دعا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ ان سے اپنے دین کی خدمت لے۔ مگر چونکہ ان کا تعلق ایک ایسے وجود سے ہے جس کی شادی و غم ہم سے تعلق رکھتا ہے اس لئے باوجود اس کے کہ ابھی ان سے کوئی کام ظاہر نہیں ہوئے ان کی حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے وابستگی کی وجہ سے جن کی خوشی ہمارے لئے اپنی خوشی کے برابر اور بعض صورتوں میں اپنی خوشی سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے ان کی خوشی ہماری خوشی ہے۔

یہ محسوس کرکے کہ طبعی احساسات اس خوشی کے طلب گار ہیں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اول اگر زندہ ہوتے تو وہ کس طرح خوشی مناتے۔ وہ خود کس قدر دعائیں کرتے اور دوسروں کو بھی کس قدر دعائیں کرنے کی تحریک ہوتی۔ اس بات کا خیال کرکے یہ موقع ہمارے قلوب کے باریک احساسات میں خاص حرکت پیدا کرتا ہے اور خوشی کی لہر ہمارے جسم میں پیر سے لے کر سر تک پھیل جاتی ہے۔

میں نے بتایا ہے کہ نکاح ہوتے ہیں اور یہ معمولی واقعات میں سے بات سمجھی جاتی ہے۔ مگر بعض واقعات اپنے ساتھ خصوصیات رکھتے ہیں اور انسان کی تمام توجہ ان کی طرف منعطف ہو جاتی ہے ہم ایک پہاڑی گاؤں میں سیر کے لئے گئے۔ ایک جگہ رات ہو گئی۔ ہمیں ٹھہرنا پڑا۔ ہم نے اپنا سپرٹ کا چولہا جلایا اور سبزی ترکاریاں اس پر پکانی شروع کیں۔ گاؤں چھوٹا سا تھا۔ دس پندرہ گھر ہوں گے۔ وہاں کے سب لوگ چولہے کو دیکھنے کے لئے قطار باندھ کر ہمارے اردگرد بیٹھ گئے۔ اور انہوں نے رائے زنی شروع کی۔ ان میں سے ایک کی بات زیادہ عجیب تھی وہ مجھے یاد رہی۔ اس نے کہا کہ میں سمجھ گیا ہوں اس میں جن بند کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے آگ نکل رہی ہے۔

گاؤں والوں کے لئے چونکہ اس قسم کا چولہا بالکل عجیب چیز تھا اس لئے وہ اس سے حیران ہوئے لیکن خدا کا سورج روز چڑھتا ہے مگر اس کی طرف لوگوں کو قطعاً توجہ نہیں ہوتی۔ بجلی کا لیمپ جس میں سورج کی ایک شعاع کے برابر بھی روشنی نہیں ہوتی اس کی طرف لوگ توجہ کرتے ہیں مگر اس لیمپ کی طرف جو خدا نے چڑھایا ہے ان لوگوں کی توجہ نہیں۔ اگر کوئی ایسا علاقہ ہوتا جہاں نسلاً بعد نسل سورج نہ نکلا ہوتا وہاں سورج نکل آئے تو ہزاروں آدمی مر جائیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں جب دمدار ستارے نکلتے ہیں یورپ میں کئی لوگ اس خیال سے خود کشیاں کرلیتے ہیں کہ ان کا نتیجہ ہمارے حق میں مضر ہوگا۔ تو جب ایک دمدار ستارہ کے طلوع ہونے پر

لوگ خود کشیاں کرلیتے ہیں۔ اگر سورج کا طلوع ہونا بھی ان کے لئے ایسا ہی غیر معمولی ہو تو لوگوں کی کیا حالت ہو؟ میں خیال کرتا ہوں کتنے ہی مرجائیں اور کتنے ہی لوگ سجدے میں جاپڑیں کہ یہی خدا ہے۔

باوجودیکہ نکاح ہر گھر میں ہوتا ہے اور اس کا اتنا ہی اثر سمجھا جاتا ہے کہ ایک دلہن آتی ہے اور کچھ چھوہارے بٹ جاتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے نکاح کے اثرات بہت عظیم ہیں۔ نکاح کے اثرات کے نتیجہ میں دنیا تباہ ہوسکتی ہے اور آباد بھی۔ اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے والد کی شادی ہوئی تو کوئی خصوصیت اس میں ظاہر نہیں ہوئی۔ رسول کریم ﷺ کے والد اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کی شادی کے لئے کوئی اظہار شان نہیں ہوا مگر اس وقت کس کو معلوم تھا کہ ان کے ہاں ایسا بیٹا پیدا ہوگا جو دنیا کی کایا پلٹ دے گا۔ یہ بات اس وقت کس کے ذہن میں آسکتی تھی کہ وہ بچہ مؤمن و کافر کی توجہ کو پھیر دے گا۔ آج دنیا میں شور ہے اور ترکوں کی جنگ ہو رہی ہے یہ بھی اس عبداللہ کے بیٹے ہی کی وجہ سے ہے۔ یورپ ترکوں کا اتنا مخالف نہ ہوتا اگر ترک آنحضرت ﷺ کو ماننے والے نہ ہوتے۔ آج ہندوستانیوں کو ترکوں سے اتنی ہمدردی نہ ہوتی اگر ہندوستانیوں کو ترکوں سے آنحضرت ﷺ نے نہ جوڑ دیا ہوتا۔ پس کیا یہ شور عبداللہ اور آمنہ کے نکاح کا نتیجہ نہیں؟ مگر اس وقت کیا کوئی کہہ سکتا تھا کہ اس کا ایسا نتیجہ ہوگا۔

اسی طرح اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے والد کا نکاح ہوا۔ آپ کے والد کو آپ کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوگا کہ یہ ڈپٹی ہو جائیں گے۔ سکھوں کی حکومت چلی گئی تھی ان کو خیال ہوگا کہ میں تحصیلدار کرادوں گا اور پھر یہ ترقی کرے گا ان کا کہاں یہ خیال ہوگا کہ دنیا کی ترقی اور تنزل کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہوں گی۔ اگر آپ تحصیلدار ہوتے یا اس سے بڑھ کر ڈپٹی ہو جاتے اور ڈپٹی کمشنر کی غیر حاضری میں قائم مقام ڈپٹی کمشنر بھی ہو جاتے تو آپ کی عزت کیا ہوتی یہی کہ ماتحت ملازمین عزت کرتے یا اہل مقدمہ۔ زیادہ سے زیادہ صوبہ کے افسر ہی ہوتے تو صوبے کے لوگ آپ کی عزت کرتے اور جب پنشن لے لیتے تو یہ افسری ختم۔ لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہماری شادی کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوگا سارے زمانہ کی روحانی ترقیات اس سے وابستہ ہوں گی۔ اس دنیا کی نہیں اگلے جہاں کی نجات کا انحصار اس کے ماننے پر اور عذاب نہ ماننے پر مقدر ہوگا۔ وہ زیادہ سے زیادہ ڈپٹی ہونے کا خیال

کرتے ہوں گے۔ ان کے نزدیک یہ بڑی بات ہوگی کہ ڈپٹی ان کے گھر پر آئے لیکن یہ ان کو کہاں معلوم تھا کہ اس لڑکے کو خدا یہ برکت دے گا کہ بادشاہ اس سے ہی نہیں بلکہ اس کے کپڑوں سے بھی برکت ڈھونڈیں گے۔ اور رنجیت سنگھ کا کیا درجہ ہے اس سے ہزاروں درجے بڑے بادشاہ اس کے کپڑوں سے بھی برکت لینے کو خوش قسمتی سمجھیں گے۔

پھر یہ ان کے گمان میں کہاں تھا کہ دنیا اس کے پاس آئے گی۔ ابھی دیکھو اس مجلس میں کوئی کابل کا بیٹھا ہے، کوئی مدراس کا، کوئی بنگال کا، کوئی حیدر آباد کا اور کوئی کہیں کا۔ حضرت صاحب کے والد کو اس وقت یہ کہاں معلوم ہوگا کہ کوئی یونائیٹڈ سٹیٹس بھی ہے۔ آسٹریلیا کا ان کو علم نہ ہوگا اور ماریشس کا تو ان کو یقیناً علم نہ ہوگا۔ پھر وہ کیسے خیال کرسکتے تھے کہ ان علاقوں میں اس لڑکے پر جان قربان کرنے والے ہوں گے۔ ان کو کس طرح یہ گمان ہو سکتا تھا کہ وہ بچہ جو پیدا ہوگا اس کی حکومت زمین پر نہیں بلکہ وہ قلوب پر حکومت کرے گا اور لوگ خواہش کریں گے کہ مال و جان و عزت اس کے قرب کے حاصل کرنے کے لئے قربان کردیں۔ ان کے یہ بات ذہن میں نہیں آسکتی تھی۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے قریباً ہم عمر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی تھے ان کے والد کا جس وقت نکاح ہوا اگر ان کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی حیثیت معلوم ہوتی اور وہ جانتے کہ میرا ہونے والا بیٹا محمد رسول اللہ ﷺ کے ظل اور بروز کے مقابلہ میں وہی کام کرے گا جو آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں ابوجہل نے کیا تھا تو وہ اپنے آلہ تناسل کو کاٹ دیتا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاتا۔

پس اس کے اثرات اور نتائج اچھے سے اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور بد سے بد بھی۔ ان حالات و اثرات کا جو بعد میں پیدا ہونے والے ہیں انسان احاطہ کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کے عظیم الشان اور گہرے اثرات ہوتے ہیں کہ دل کو ہلا دیتے ہیں۔

اسی کے مشابہہ ایک واقعہ ہے کہ بادشاہ نے ایک شخص کو قاضی القضاۃ یا ہائیکورٹ کا جج بنا دیا۔ لوگ اس کو مبارکباد دینے کے لئے گئے دیکھا تو وہ رو رہا تھا۔ اور اس کی گھگی بندھی ہوئی تھی۔ ایک شخص نے کہا جناب یہ تو خوشی کا موقع ہے آپ کو ایسا کونسا حادثہ پیش آیا جو آپ رو رہے ہیں اس نے کہا یہی تو رونے کا مقام ہے۔ اس شخص نے کہا۔ کہ آپ کو بادشاہ نے دانا اور لائق سمجھ کر یہ عہدہ دیا ہے آپ اس پر کیوں روتے ہیں۔ اس نے کہا اے بے وقوف! اندھے

کو رستہ بتایا جاسکتا ہے۔ لیکن سوجاکھے کو کون بتائے۔ میرے پاس دو شخص آئیں گے۔ ایک مدعی جو کہتا ہے میں نے فلاں شخص سے دس روپے لینے ہیں وہ مجھے دلوا دیجئے۔ اب وہ خوب جانتا ہے کہ آیا درحقیقت اس نے روپیہ لینا ہے یا نہیں اور مدعا علیہ آتا ہے جو کہتا ہے کہ میں نے اس کا کوئی روپیہ نہیں دینا یہ جھوٹ کہتا ہے۔ یہ دونوں شخص جانتے ہیں کہ واقعہ کیا ہے لیکن فیصلہ میرے ذمہ ڈالا گیا ہے جس کو کچھ بھی معلوم نہیں کہ واقع کیا ہے۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ میں اس میں کیسے فیصلہ کر سکتا ہوں کیونکہ اس حال میں میرے فیصلہ کے صحیح ہونے میں بہت مشکل ہے اور ہو سکتا ہے کہ میرے فیصلے سے بہت لوگ نقصان اٹھائیں ان کا گناہ میری گردن پر ہو گا۔

یہ بات معمولی اور محض ان کا ذوق تھا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ شادی کا موقع ایسا ہے کہ اندھیرے میں ہاتھ مارنا ہے چاہے ہاتھ میں موتی آجائے اور چاہے سانپ اسی لئے اسلام نے نکاح کی بنیاد تقویٰ پر رکھی ہے اور دنیاوی اغراض کو درمیان سے اڑا دیا ہے۔ ایک خوبصورت بیوی لازمی نہیں کہ آرام دہ ہو مگر ایک بدصورت آرام دہ ہو سکتی ہے۔ ہمیں وہ عورت سکھ دے سکتی ہے جو ہماری ہمدرد ہو۔ عورت چاہے تو مرد کو بالکل آزاد کر سکتی ہے اور خانگی تفکرات سے نجات دے سکتی ہے اور اگر عورت چاہے تو مرد کو قید بھی کر سکتی ہے اور اس کی عزت و حرمت کو خاک میں ملا سکتی ہے۔ اور چاہے تو امن و آرام اور خیر و خوبی سے متمتع کر سکتی ہے۔

اس نکاح کے معاملہ میں چودھری ابوالہاشم خاں صاحب ایم۔ اے نے جن کی لڑکی ہے اس بات کو محسوس کیا ہے۔ انہوں نے مجھ سے تھوڑا سا پڑھا ہے اور جو پڑھا ہے اس کو خوب یاد رکھا ہے۔ میں نے جب ان کو اس نکاح کے متعلق خط لکھا تو اس کے جواب میں جو خط ان کی طرف سے آیا ہے اس میں جن شرائط کے ساتھ وہ اس نکاح کو منظور کرتے ہیں وہ ایسی روح رکھتی ہیں جو ہماری جماعت میں پیدا ہونی چاہئے وہ لکھتے ہیں بے شک میاں عبدالسلام بڑے باپ کے بیٹے ہیں اور اس لئے ہمارے لئے واجب الاحترام ہیں لیکن میں اپنی بیٹی کسی کے بیٹے کو نہیں دینا چاہتا بلکہ کسی آدمی کو دینا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میرا داماد اسلام کے لئے لڑنے والا ہو، وہ اسلام کی جنگ میں جان دے دے، وہ اسلام کا خادم اور سپاہی ہو اور اسلام کے مقصد میں اپنی زندگی کو لگا دے اور نہ صرف میرے داماد میں یہ بات ہو بلکہ میں چاہتا ہوں میری

ساری اولاد اسلام کے کام آئے۔ گو میں عبدالسلام میں یہ جوش دیکھتا ہوں مگر میں کہتا ہوں اگر آپ کے نزدیک میاں عبدالسلام میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں تو آپ ان سے میری لڑکی کا نکاح پڑھ دیں ورنہ میں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کو زیادہ پسند کروں گا جس میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں۔ یہ وہ روح ہے جو جماعت میں پیدا ہونی چاہئے اسلام کے لئے اس وقت ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو اپنی جان، مال اور جائداد سب کچھ خرچ کریں اور بغیر کسی شرط کے اسلام کے رستہ میں اپنی ہر ایک چیز خرچ کریں۔ اگر جماعت میں یہ بات پیدا ہو جائے اور ہمارے تعلقات میں اس بات کو مدنظر رکھا جائے تو ایسی نسلیں پیدا ہوں جو اسلام کی بڑی خدمت کر سکتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے دل میں یہ خواہش ہو کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اسلام کی خدمت میں لگائے اور اس وقت جب کہ دین کی حفاظت کا کوئی سامان موجود نہیں اور دین بے کسی کی حالت میں ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔ ؎

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش ویار نیست　　　ہر کسے در کار خود بادین احمد کار نیست [1]

اس وقت اسلام دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ جماعت کا فرض ہے کہ اسلام کی خدمت کرے اور اپنی اولاد میں خدمت دین کا جوش اور ولولہ پیدا کرے اور پھر وہ نسلیں آئندہ نسلوں میں یہی بات پیدا کریں اور تہیہ کرلیں کہ ہم نے شیطان کا قلع قمع کرنا ہے۔

میں نکاح کا اعلان کرتے ہوئے یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں بالعموم جس قدر لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان پر حضرت خلیفہ اول کا احسان ہے۔ اگر کوئی شخص ایک دو روپیہ دے تو اس کے سامنے نگاہ نیچی رہتی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو انہوں نے علم سکھایا ہے اس لئے ان کا ہم سب پر احسان ہے۔ اگر وہ اس موقع پر ہوتے تو ہمیں خیال کرنا چاہئے کہ وہ کیا دعائیں کرتے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم خلیفہ اول کے احسان کے تعلق کو محسوس کرکے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عبدالسلام کو اور اس کے بھائیوں کو ایسی پاک زندگی عطا کرے جو وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندوں کی ہونی چاہئے اور جس کو اس کے بندے دین میں لگائیں اور جیسی زندگی سے اس کا منشاء ہے کہ اپنا کام لے۔ ان کو لمبی زندگی دے اور اس تعلق کو میاں بیوی کے لئے مبارک کرے اور مبارک اولاد پیدا کرے۔ آمین۔

اس کے بعد میں چودھری ابوالہاشم خاں صاحب ایم۔ اے کی لڑکی محمودہ کا نکاح میاں عبدالسلام سے ایک ہزار روپیہ مہر پر اعلان کرتا ہوں۔ چودھری صاحب نے اپنے خط کے ذریعہ

(جو انگریزی میں تھا اور حضور نے ایک حصہ پڑھ کر سنایا) مجھے اس کے قبول کرنے کا اختیار دیا ہے۔ ایجاب و قبول کے بعد دیر تک دعا ہوتی رہی۔

(الفضل ۲۔ نومبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۵ تا ۷)

۱؎ الفضل ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۱
۲؎ درثمین فارسی صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ چاپ آفسٹ بار اول